اپنی تربیت کیسے کریں - ۲

تربیت آسان ہے' بالکل بس میں ہے

خرم مراد

(یہ تربیت کے موضوع پر زیر تحریر کتاب کا ایک باب ہے۔ ایک باب ماہ نومبر میں شائع ہو چکا ہے)

جنت کی خواہش کرنا تو آسان لگتا ہے' جنت کی طلب بھی دل میں محسوس ہوتی ہے' مگر اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی تربیت کرنا انتہائی دشوار کام لگتا ہے' بلکہ بعض اوقات ناممکن سا لگتا ہے۔ زندگی اس طرح بسر کرنا کہ جنت میں داخل ہو سکیں' اس لائق بننا کہ جنت کے راستے پر چل سکیں' لگتا ہے کہ یہ اپنے بس میں نہیں۔

لیکن جب تم تربیت کے راستے پر پہلا قدم اٹھالو' اور سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کر لو کہ اللہ کی رضا اور جنت کا حصول ہی زندگی میں سب سے بڑھ کر محبوب و مقصود ہونا چاہیے --- اور ہو گا--- تو سب سے پہلی یہی بات جاننا' اور اسی پر یقین رکھنا ضروری ہے کہ تربیت کا راستہ آسان ہے' اور جنت کا حاصل کرنا بالکل اپنے بس میں ہے۔ اور اسے آسان اور بس میں ہونا ہی چاہیے۔ تاکہ ہم سہولت سے اس راستے پر چل سکیں جو ہمیں جنت تک لے جائے۔ اس بات کو صرف ایک دفعہ جان لینا کافی نہیں' بلکہ اس کو بار بار دہرانا اور ہر دم تازہ رکھنا ضروری ہے۔

آسان ہونے اور بس میں ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اپنی تربیت کے لیے محنت نہیں کرنا ہو گی' ریاضت نہیں کرنا ہو گی' مجاہدہ نہیں کرنا ہو گا' یا یہ کہ اس راہ میں تکلیفیں پیش نہیں آئیں گی' ناگوار چیزیں برداشت نہیں کرنا پڑیں گی' دکھ اور ایذا نہیں پہنچے گی' مشکل اور دشوار مراحل سے نہیں گزرنا ہو گا۔ نہیں' ان میں سے ہر چیز پیش آسکتی ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہر ناگوار اور تکلیف دہ چیز کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمت و قوت' اور ہر مشکل سے نکلنے کے لیے راستہ بھی موجود ہے' اور دست گیری کا سامان بھی۔ ہر کام جس کے کرنے کا مطالبہ ہے وہ انسان کے اختیار اور بس میں ہے۔

آسان کیوں ہونا چاہیے: امتحان کا تقاضا

ہم نے صرف یہ نہیں کہا کہ تربیت کرنا آسان ہے، بلکہ یہ بھی کہا کہ اسے آسان ہی ہونا چاہیے۔ اس بظاہر تعجب خیز بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ آسان ہونا اس مقصد کا ناگزیر تقاضا ہے جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و رحمت اور عدل کا بھی ناگزیر تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس زمین پر کس مقصد کے لیے یہ زندگی بخشی ہے؟ اس امتحان کے لیے کہ تم حسن عمل کی روش اختیار کرتے ہو، یا بد عملی کی۔ شکر کی راہ چاہتے ہو یا ناشکری کی۔ ایمان لاتے ہو یا کفر کرتے ہو۔ اطاعت کرتے ہو یا سرکشی و طغیانی۔ صرف اللہ کی بندگی کرتے ہو یا اس کے علاوہ دوسرے خدا بنا لیتے ہو۔ بات کسی اسلوب سے بھی کہو، مطلب ایک ہے، اور مدعا بھی ایک: اللہ کو تمھارا امتحان مقصود ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک ۶۷:۲)

جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر ۷۶:۳)

ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

جب امتحان ہے، تو تمھیں اختیار اور آزادی عمل بھی حاصل ہے۔ یہ ضروری تھا۔ مجبور و مقہور کا امتحان ایک بے معنی کام ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل سے بعید تھا کہ وہ ایسا عبث کام کرتے۔ عمل کے امتحان میں بھی ڈالتے، عذاب و ثواب کو بھی اس امتحان کے نتیجے پر منحصر کرتے، لیکن عمل کرنے کا اختیار اور آزادی تمھیں نہ بخشتے۔ چاند، سورج، ستارے اور فرشتے بال برابر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے—— کر نہیں سکتے۔ ان کا نہ حساب ہے، نہ ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے انعام کا امکان۔

یہ امتحان بھی عجیب نوعیت کا امتحان ہے۔ اگرچہ امتحان کی مدت بہت مختصر، فانی اور ختم ہونے والی ہے، لیکن اس کے نتیجے میں، حاصل ہونے والا عذاب شدید یا رضوان و جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے، مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ، جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے، جو کچھ اللہ کے پاس وہاں ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والا ہے۔

کیونکہ جنت کا حصول تربیت پر موقوف ہے، اور جنت ہی مقصود زندگی ہے، اس لیے اللہ کی ربوبیت و رحمت کا تقاضا ہوا کہ جنت کی راہ، تربیت کا راستہ، آسان ہو اور ہر شخص کو دست یاب ہو۔ اس کی ربوبیت و رحمت کے اس قانون کا جلوہ تم زندگی میں ہر جگہ دیکھ سکتے ہو۔ جسم کی بقا و تربیت کے لیے ہوا ناگزیر ہے، ہم چند لمحے بھی ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہوا اس طرح عام ہے کہ ہر جگہ موجود ہے، ہر شخص کو دست

یاب ہے، اور بلا کسی کوشش کے دست یاب ہے۔ پانی بھی زندگی کے لیے ناگزیر ہے، لیکن ایک درجہ کم۔ وہ بھی ہر جگہ پہنچایا جاتا ہے، یہ آسانی دست یاب ہوتا ہے، لیکن ہوا کی طرح عام نہیں۔ تو جس تربیت پر عارضی نہیں ابدی زندگی میں بقا و فلاح کا انحصار ہو، کیا وہ ہوا اور پانی کے مثل، اپنی نوعیت کے لحاظ سے، آسانی سے اور عام طور پر دست یاب نہ ہوگی؟ امتحان تو ہر شخص کا مقصود ہے، جنت کی منزل تو ہر شخص کے سامنے رکھی گئی ہے۔ پھر کیا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل کے مطابق ہوتا کہ وہ امتحان میں بھی ڈالتا، دوڑ میں شریک بھی کرتا، سامنے جنت جیسا انعام اور ہدف بھی رکھ دیتا، مگر پھر جنت کی راہ پر دوڑنا اتنا دشوار اور مشکل بنا دیتا کہ ہر شخص کے لیے دوڑنا ممکن نہ ہوتا۔ لوگ ہمت ہار دیتے اور سمجھ لیتے کہ یہ تو دشوار بلکہ ناممکن کام ہے! اس پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے!

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کے لیے تربیت کے راستے پر چلانے کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لی ہے۔

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی۔ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی (اللیل ۹۲:۱۲-۱۳)

بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے، اور درحقیقت آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔

اور، جنت کے راستے، اطاعت کے راستے اور دین کے راستے کو "الیسریٰ" کا نام دیا ہے: "جو شخص نیک راستے میں خرچ کرتا ہے، دل میں خدا سے ڈرتا ہے، اسلام کی سبھی باتوں اور اللہ کی بشارتوں کو سچا جانتا ہے، اس کے لیے ہم نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے، اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے، جس کا نام جنت ہے۔ (اللیل ۹۲:۵-۷ موضح فرقان)

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ، اللہ تمھارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا (البقرہ ۲:۱۸۵)۔ اور یہ بھی کہ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا، اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (النساء ۴:۲۸)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف اعلان فرمایا کہ الدین یسر، دین کا راستہ، جنت اور تربیت کا راستہ، آسان راستہ ہے۔ بڑی شدت اور اہتمام سے، اپنے ساتھیوں کو جنھیں دنیا بھر کو جنت اور مغفرت کے راستے پر چلنے کی دعوت دینا تھی، حضورؐ نے تاکید فرمائی ہے، اور بار بار فرمائی ہے کہ یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا "دین کو آسان اور سہل بناؤ، تنگ اور مشکل نہیں اور لوگوں کو بشارت دے کر خوش کرو، تنگی پیدا کر کے متنفر نہ کرو"۔

چنانچہ، ہمیں یقین رکھنا چاہیے اور یہ بشارت قبول کرنا چاہیے کہ ہم جس امتحان میں ڈالے گئے ہیں، اس کا ناگزیر تقاضا یہی ہے کہ تربیت اور بالآخر دین پر چلنے اور جنت میں پہنچنے کی راہ، آسان راہ ہے۔

رحمت و عدل الٰہی کا تقاضا

اللہ تعالیٰ کی رحمت و عدل سے جہاں یہ بات بعید تھی کہ وہ ہم کو جنت کی دعوت دیتا--- وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ' اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے' (البقرہ ۲:۲۲۱)' وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ' اور اللہ تمھیں دارالسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے' (یونس ۱۰:۲۵)--- اور ہم سے جنت کی طرف دوڑ لگانے کا مطالبہ بھی کرتا--- وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ' دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمھارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے' (آل عمران ۳:۱۳۳)--- اور ساتھ ہی اس راہ کو اتنا دشوار گزار بنا دیتا کہ چل نہ سکتے' وہاں یہ بات اور بعید تر تھی کہ وہ ہمیں امتحان میں ڈالتا' اور اس لیے اور اس طرح ڈالتا کہ ہم ناکام ہو جائیں۔ "کیا ایک ماں اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے" ایک عورت نے حضورؐ سے پوچھا۔ حضورؐ رو پڑے اور فرمایا' "نہیں' مگر لوگ اس کے سوا دوسرے خدا بنا لیتے ہیں!" خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیْمًا (النساء ۴:۱۴۷)

"آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دے اگر تم شکرگزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔ اللہ بڑا قدر دان ہے اور سب کے حال سے واقف ہے"۔

تربیت کا کام شروع کرو تو اسی یقین کامل اور بھرپور اعتماد کے ساتھ شروع کرو' کہ راستہ آسان ہے' اللہ نے تمھیں ناکام ہونے کے لیے اس امتحان میں ہرگز نہیں ڈالا ہے' نہ وہ تم کو ناکام ہوتا دیکھنا چاہتا ہے' نہ تمھیں عذاب دے کر اسے کچھ ملے گا۔ یہ یقین بھی کہ تم سے جو مطالبہ ہے' خاص ہو یا عام' جس آزمایش میں ڈالے جاؤ' تمھیں وہ سب کچھ دیا گیا ہے جس سے تم وہ مطالبہ پورا کر سکو' اور اس آزمایش سے کامیاب نکل سکو۔

آسانی کے پہلو: فطرت انسانی سے مطابقت

آسانی کے پہلو بے شمار ہیں۔ ہم تین پہلوؤں کی طرف توجہ دلائیں گے۔ جن کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی' تمھاری فطرت ایسی بنائی ہے' کہ اس کو بالطبع نیکی محبوب اور مطلوب ہے' وہ اسے اچھی اور خوبصورت لگتی ہے' وہ اس کے مزاج سے سازگار ہے' وہ اس کے لیے جانی پہچانی چیز ہے۔ انسان کتنا ہی برا اور بدکار ہو' وہ پھر بھی سچائی' ہمدردی' حسن اخلاق' عدل' دیانت' امانت اور وفائے عہد جیسی چیزوں کی تعریف کرے گا۔ ہر انسان بے گناہ قتل' ظلم و زیادتی' بدزبانی' حسد جیسی چیزوں کو ناپسند کرے گا۔ جب تم نیکی کرتے ہو تو تمھارا دل خوش ہوتا ہے' تمھیں اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جب تم برائی کرتے ہو تو تمھارے دل میں خلش ہوتی ہے' اس کو زنگ لگ جاتا ہے' تم اپنی نگاہوں میں گر جاتے

ہو۔ رسول اللہؐ نے ایک صحابیؓ کو نیکی اور برائی کی تعریف انھی الفاظ میں بتائی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فطرت اللہ قرار دیا ہے جس پر اس نے سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

چنانچہ نیکی اور حسن عمل کی راہ تو سیدھی اور آسان ہے مگر اس لیے مشکل ہو جاتی ہے کہ ہم خود اپنے کو ٹیڑھا میڑھا بنا لیتے ہیں۔ ایک گول سوراخ میں اگر ٹیڑھی میڑھی چیز اندر نہیں جا سکتی تو قصور سوراخ کا نہیں۔ اگر چٹان پر فصل نہیں لہلہاتی تو قصور بارش کا نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے قلب و فطرت کو سلیم بنا لیں تو الیسریٰ پر چلنا ہمارے لیے آسان ہو گا۔ اسی لیے قرآن مجید نے بڑے بلیغ اور معنی خیز انداز میں یہ فرمایا ہے کہ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى 'ہم انسان کو آسان کر دیتے ہیں' الیسریٰ پر چلنے کے لیے' (لفظی ترجمہ یہی ہے) یہ نہیں کہ ہم الیسریٰ کو آسان کر دیتے ہیں' انسان کے لیے"۔ قلب کو سلیم بنانے کا نسخہ بھی بڑا آسان ہے' جو ہم اپنے مقام پر بتائیں گے۔

دوسری آسانی: ساری زندگی تربیت گاہ ہے

آسانی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی اور ساری کائنات کو تربیت گاہ بنا دیا ہے۔ چند تربیتی امور لازم ضرور کیے گئے ہیں' مثلاً نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج--- لیکن دراصل تو زندگی میں پیش آنے والا ہر واقعہ' ہر حادثہ' دل پر گزرنے والی ہر واردات' ہر کیفیت' ہر نعمت' ہر مصیبت' ہر نیکی' ہر بدی' آسمان و زمین اور ان کے اندر ہر مخلوق جس سے انسان کو سابقہ پیش آئے' اس کے لیے مربی بنا دی گئی ہے' بشرطیکہ وہ اس مربی کو پہچانتا ہو اور اس سے تربیت حاصل کرنے کے لیے آمادہ اور مستعد ہو۔ جو لوگ ان ہمہ وقت اور ہمہ جگہ مربیوں سے درس لیتے رہتے ہیں' انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ' یہ ہیں جو کھڑے' بیٹھے' لیٹے اللہ کو یاد رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ' عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے (حٰم السجدہ ۴۱:۵۳)۔

جو کتاب وحی' کتاب فطرت اور کتاب زندگی پڑھتا ہو' اور ان سے تربیت حاصل کرتا ہو' وہ فی الواقع پھر کسی تربیتی کورس کا محتاج نہیں رہتا' اگرچہ واجب اور نفل تربیتی کورس' اللہ نے بتائے ہوں یا ہم نے خود وضع کیے ہوں' تمھارے مددگار و معاون ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح معنوں میں اسی وقت موثر ہوتے ہیں جب وہ تمھیں ساری زندگی کو تربیت گاہ بنانے کے مقام پر پہنچانے میں مدد کریں۔

ذرا غور کرو: ہر نیکی جو تم کرو وہ تمھاری تربیت کا ذریعہ ہے۔ تم اسے نیکی سمجھو' نیکی کے طور پر اس کی محبت دل میں بٹھاؤ' اس کی توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرو' اس کے اجر کی امید اور توقع رکھو' اس سے مسرت اور لذت حاصل کرو' اور اس سے اللہ کے وجہ کریم کے نور کو طلب کرو۔ اور نیکی کا دائرہ تو وسیع ہے: روزی کمانا بھی نیکی ہے' اپنے اوپر خرچ کرنا بھی نیکی ہے' اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا بھی نیکی ہے' اپنے کاروبار کے

فروغ پر خرچ کرنا بھی نیکی ہے، پودا لگانا بھی نیکی ہے، اس کا پھل خود تم کھاؤ، پرندے اور جانور کھائیں، چوری ہو جائے، وہ بھی تمھارے حساب میں نیکی ہے، بیوی سے جنسی تعلق قائم کرو، وہ بھی نیکی ہے۔ ہر نیکی تمھاری مربی بن سکتی ہے۔

گناہ سب سے بڑھ کر مایوسی کا سبب بنتا ہے، لیکن ہر گناہ تمھارا بڑا موثر مربی بھی بن سکتا ہے۔ تم یہ احساس پیدا کرو کہ گناہ ہوا، دل کو ٹوٹنے پھوٹنے اور آنکھوں کو بہنے دو، دل کو ندامت اور شرمندگی سے بھر لو، یقین رکھو کہ اب اللہ کے سوا کوئی اس گناہ کے نتائج بد سے نہیں بچا سکتا، اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا دو، سر جھکا دو، آنسو بہاؤ --- تم دیکھو گے کہ کتنی تربیت گاہ کا سامان اس گناہ میں ہے۔ میں گناہ کی ترغیب نہیں دے رہا، گناہ سے نفرت اور اجتناب کی ہر ممکن کوشش ضروری ہے، لیکن یہ بھی حکمت تخلیق ہے کہ انسان کو گناہ سے مفر نہیں۔ دل میں گناہ کی خواہش اٹھے اور تم خدا کے خوف سے رک جاؤ، یہ بہت بڑی نیکی ہے، جتنی زبردست خواہش، جتنے بڑے گناہ کے لیے ہو، اتنی ہی بڑی نیکی ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى - فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى "اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہو گی (النزعت ۷۹: ۴۰-۴۱)۔

یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔ ہر نعمت، تربیت کا ذریعہ ہے۔ وہ نعمتیں بھی جو عام ہیں۔ مثلاً ہر سانس، کھانے کا ہر لقمہ، پانی کا ہر گھونٹ، ہر لمحہ جسم کی حفاظت، رزق، نعمتیں اور وہ بھی جو تمھارے لیے خاص ہیں۔ دینے والے کو یاد کرو، اس کے شکر سے دل کو بھر لو، اس کو اپنے علم اور ہاتھ کا کرشمہ نہ سمجھو، نہ کسی مخلوق کی دین، دل و جان سے الحمدللہ کہو، پھر دیکھو کہ کتنے اخلاقی و روحانی امراض کا علاج چٹکی بجانے میں ہو جاتا ہے۔ "شکر کرو گے تو اللہ اور دے گا..... اور دے گا"۔ اگر یہ شکر نیکی کی توفیق کی نعمت پر ہو، تو خود ہی سوچو کہ کتنی نیکیاں اور..... اور ملیں گی اور تربیت کتنی آسان اور تیز ہو گی۔

یہی معاملہ مصیبت کا ہے۔ ہر مصیبت تربیت کا ذریعہ ہے۔ پھر یاد کرو کہ یہ کس کی طرف سے ہے۔ اس کی طرف سے جس کے اذن کے بغیر پتا نہیں ہل سکتا۔ وہ جو رحمٰن اور رحیم ہے، تمھارا بدخواہ نہیں، خیر خواہ ہے۔ پھر صبر کرو۔ صبر تو ساری تربیت کی شاہ کلید ہے۔ یہ مصیبتیں نہ پڑیں، تو یہ نعمت عظمیٰ تمھیں کیوں کر حاصل ہو۔

تیسری آسانی: اختیار اور بس میں ہے

آسانی کے تیسرے پہلو کو یوں دیکھو، کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل سے، یہ بات بعید ہے کہ وہ تمھیں ایسا حکم دیں جس کو بجا لانے کی تم میں سکت نہ ہو، یا تمھیں ایسے امتحان و آزمایش میں ڈالیں جس میں پورا اترنے کی تم میں طاقت نہ ہو۔ یہ امتحان کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔ اس سبق کا امتحان کیسے ہو سکتا ہے جو پڑھایا ہی نہ گیا ہو، اس ناکامی پر مواخذہ یا سزا کیسے نصیب ہو سکتی ہے جو ایسے کام میں ہو، جو اختیار اور بس

سے باہر ہو۔

چنانچہ بنیادی اصول بیان کر کے یہ اہم سنت الٰہی واضح کر دی گئی' اس سورۃ البقرہ کے اختتام پر جو کلیات و قوانین دین کی جامع ہے۔ فرمایا:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (البقرہ ۲:۲۸۶)

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے' اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے' اس کا وبال اسی پر ہے۔

یہ اصول متعدد مقامات پر واضح کیا گیا ہے: جبر و اکراہ کے عالم میں زبان سے کلمہ کفر کہنا پڑے' مگر دل ایمان پر مطمئن ہو' تو کوئی گناہ نہیں' کوئی مواخذہ نہیں۔ بھول چوک کے گناہ معاف ہیں' کہ وہ اختیار سے باہر ہیں۔ دل میں آنے والے تمام وسواس اور گناہ کی تمام خواہشات معاف ہیں' کہ ان پر اختیار نہیں۔ بلکہ اگر گناہ کی خواہش پیدا ہوئی' اور پھر آدمی اسے کرنے سے رک گیا' تو نیکی کے اجر کی بشارت ہے۔ دل کی کیفیات اور ان کے اتار چڑھاؤ پر بھی کوئی مواخذہ نہیں' کہ وہ بھی بس میں نہیں۔ قیام لیل کی فرضیت دائرہ اسلام وسیع ہوتے ہی اس لیے ختم کر دی گئی کہ "اللہ نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے' سو تم پر معافی بھیج دی۔ اب پڑھو جتنا قرآن آسانی سے ہو سکے"۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت نازل فرمائی کہ "اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ' اللہ سے تقویٰ کرو جیسا کہ اس سے تقویٰ کرنے کا حق ہے"۔ صحابہ کرام کانپ گئے' رو پڑے۔ کس کے بس میں ہے کہ اللہ سے تقویٰ کا حق ادا کر سکے! چنانچہ تشریح فرمائی گئی کہ فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ' (اللہ سے تقویٰ کرو' جتنا بس میں ہے) تقویٰ کرنا سیکھنا ہی تو ایک لحاظ سے تربیت کا حاصل ہے۔ چنانچہ ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ "اپنا تزکیہ کرو' اپنی تربیت کرو' جتنی تمھاری استطاعت ہو' جتنی کر سکو"۔ اس سے زیادہ تربیت کا مطالبہ نہیں' اس سے زیادہ تربیت جنت حاصل کرنے کے لیے لازم نہیں کی گئی۔ نبی کریمؐ جب اطاعت و جہاد کی بیعت لیا کرتے تھے' تو خاص طور پر "بحد استطاعت" کے الفاظ کا اضافہ ضرور فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ جن فرائض کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے' یا جن چیزوں کو اس نے حرام کیا ہے' ان کو بجا لانا یا ان سے رک جانا بالکل تمھارے بس میں ہے' یہ کبھی اختیار سے باہر نہیں ہو سکتا۔ وہ عبادات و جہاد ہوں' کھانے پینے کی اشیا ہوں' اموال ہوں' یا اخلاق و معاملات کے دائرے میں ہوں' مثلاً ایفائے عہد' عدل' احسان' صلہ رحمی وغیرہ یا حسد' تجسس' بدظنی' غیبت وغیرہ۔ اگر تم اطاعت نہیں کر پاتے' تو یا تو تمھارے نفس نے مجاہدہ' ریاضت اور محنت سے بچنے کی خاطر کوئی عذر لنگ تراش رکھا ہے' یا تم واقعی مجبور ہو۔ ان تمام معاملات میں نہ کسی مفتی کا فتویٰ کام آئے گا' نہ کسی انسان کو مطمئن کر دینے سے دامن چھوٹ جائے گا۔ سوچنا یہی چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو' جو عالم الغیب والشہادہ ہے' تم اپنے عذر سے مطمئن کر سکو گے۔ اگر

مجبوری حقیقی ہو گی، تو وہ اللہ کے ہاں قبول ہو گی۔ نہ تم سے مواخذہ ہو گا، نہ تربیت میں نقص آئے گا۔ اللہ کے نزدیک مقبول نہ ہو تو کوئی فتویٰ اور کوئی انسان تمھارا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ دیگر معاملات میں جو اوامر اور منہیات میں سے نہیں، یہ سوچ اور کردار تمھارے لیے راہ کو آسان کرے گی۔

چنانچہ تربیت کی راہ پر اس یقین کے ساتھ آگے بڑھو کہ کوئی ایسی چیز تمھاری جنت کی راہ کھوٹی نہیں کر سکتی، اور اس کو نہیں کرنا چاہیے، یا کوئی ایسی چیز جنت حاصل کرنے کے لیے ضروری نہیں ہو سکتی، اور اسے نہیں ہونا چاہیے، جو تمھاری استطاعت اور اختیار سے باہر ہو۔ یہ یقین تمھاری تربیت کی راہ کی ان بے شمار دشواریوں کو آسان کر دے گا، اور ان گوناگوں فتنوں کا ازالہ کر دے گا، جن کا شکوہ اس راہ کے سالکین کثرت کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔

اختیاری اور غیر اختیاری

اس معاملے میں اصل اصول یہ ہے کہ معاملہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ تم اکثر کہتے ہو میں فلاں چیز پر قابو نہیں کر سکتا، فلاں حکم نہیں بجا لا سکتا، فلاں ناجائز چیز کو ترک نہیں کر سکتا۔ تم یہ دیکھو کہ ایسا کرنا تمھارے اختیار میں ہے یا نہیں۔ اگر یہ اللہ کا حکم ہے، تو وہ یقیناً تمھارے اختیار اور بس میں ہے۔ اس لیے کہ، جیسا ہم واضح کر چکے ہیں، اللہ نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جو تمھاری استطاعت میں نہ ہو۔ احکام الٰہی کے علاوہ، جو معاملہ اختیار سے باہر ہو، اس کی بے جا فکر نہ کرو، اس کی وجہ سے کسی فتنے میں نہ پڑو، اس کی وجہ سے جو کچھ نیکی کر رہے ہو، اسے بھی نہ چھوڑ بیٹھو، نہ اپنی راہ کھوٹی کرو۔

راہ زن فتنہ اور مغالطے

تربیت کے راستے کا سب سے بڑا فتنہ، مایوسی اور ترک سعی و عمل کا فتنہ ہے۔

دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اللہ اور رسولؐ کے بارے میں بھی ہوتے ہیں، ان کی تعلیمات کے بارے میں بھی۔ گناہوں کی خواہشات بھی جوش مارتی ہیں۔ حالات سے اور انسانوں سے مایوسی کا وسوسہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ مگر دل میں کیا کیا خیالات آتے ہیں، یہ تمھارے اختیار میں نہیں۔ ان خیالات کو نکال باہر کرنا بھی تمھارے اختیار میں نہیں۔ ان پر تمھارا کوئی مواخذہ نہیں۔ ان سے جنت کا نقصان نہیں ہوتا۔ پھر تم کیوں پریشان ہو اور کیوں ہمت ہارنے لگو۔ برے خیالات آنے کے راستے بند کرنے اور اچھے خیالات کو دل میں لانے کی کوشش کرنا، بس اتنا ہی تمھارا اختیار ہے۔ اتنا ہی کرنے کو کافی سمجھو۔

تم عزم کرتے ہو اور وہ عزم ٹوٹ جاتا ہے۔ بار بار کرتے ہو، اور بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا عزم جو کبھی نہ ٹوٹے، ایسا ارادہ جو کبھی شکستہ نہ ہو، یہ بھی تمھارے اختیار میں نہیں دیا گیا۔ بلکہ عزم و ارادے کی ناپختگی، تمھارے امتحان کی خاطر، حکمت الٰہی نے تمھاری طبیعت میں ودیعت کی ہے۔ اس کی وجہ سے بھی نہ مواخذہ

ہے، نہ جنت کا نقصان۔

سب سے مشکل معاملہ گناہوں کا ہے، جن کا تعلق عزم کی ناپختگی سے بھی ہے۔ گناہ ہوتے ہیں اور بار بار ہوتے ہیں۔ بار بار توبہ کرنے کے بعد بھی بار بار ہوتے ہیں۔ جانتے بوجھتے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ کا حکم معلوم ہوتا ہے، اور پھر بھی خواہش نفس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔ گناہوں سے بھی حوصلہ ہارنے اور مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ بھی انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ گناہ بالکل نہ کرے، یا بار بار نہ کرے، یا توبہ نہ ٹوٹے۔ یہ تو فرشتوں اور انبیا کا مقام ہے۔ گناہ کا ہونا تو اس اختیار اور آزادی کا ناگزیر تقاضا ہے جو اللہ نے تمھیں جنت حاصل کرنے کے لیے دی ہے۔ اگر تم گناہوں کے اس سلسلے کو بند کر سکتے تو اللہ دوسری مخلوق پیدا کرتا، جو گناہ کرتی اور اس سے مغفرت کی طلب گار ہوتی۔ اسی لیے ہر جگہ جنت کی دعوت کے ساتھ اس سے پہلے مغفرت کی دعوت دی گئی ہے۔

دل میں غلط کیفیات بھی مایوس کرتی ہیں۔ مطلوب کیفیات حاصل نہ ہو سکیں تو بھی مایوسی ہونے لگتی ہے۔ کیفیات میں اتار چڑھاؤ بھی پریشان کرتا ہے۔ لیکن دل کی کیفیات پر بھی تمھیں اختیار نہیں بخشا گیا ہے، صرف عمل پر بخشا گیا ہے۔ محبت، خوف، خشوع وغیرہ محبوب ہونا چاہییں، ان کے حصول کے لیے وہ تدابیر بھی اختیار کرنا چاہییں جن کو اختیار کرنا تمھارے بس میں ہے۔ لیکن یہ کیفیات کس قدر پیدا ہوتی ہیں، اور کتنی پایدار ہوتی ہیں، اس پر تمھارا کوئی حساب نہ ہوگا، نہ اس کی وجہ سے جنت کا نقصان۔ پھر مایوسی و پریشانی کیوں؟ اس کو بھی ختم کر دو۔

کمال کی طلب ہوتی ہے لیکن کمال بھی تمھارے اختیار میں نہیں، بلکہ یہ تمھارے مقام انسانی کے منافی ہوگا کہ تمھیں کمال حاصل ہو جائے۔ اس بے سود تلاش کو بھی ترک کر دو۔ یہ کہ دوسروں میں نقائص دیکھ کر بھی تم مایوس ہونے لگتے ہو، اور خود اپنی تربیت سے دست بردار ہو جاتے ہو، اس سے بڑھ کر نادانی کیا ہو گی۔ دوسروں کو نیک بنانے کا اختیار بھی تمھیں نہیں دیا گیا ہے۔ نہ کسی دوسرے کا بوجھ تم اٹھاؤ گے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو، اپنی راہ چلتے رہو۔ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کا کام کرتے رہو۔

اچھی طرح یاد رکھو

بس جنت کو مقصود بنا کر اپنی تربیت کرنے کا فیصلہ کرنے کے بعد، پہلی اہم بات یہی ہے: اچھی طرح یاد رکھو کہ تربیت کا راستہ، دین اور ہدایت کا راستہ، جنت کا راستہ آسان ہے اور بالکل تمھارے اختیار اور بس میں ہے۔ یہ مشکل اس لیے بن جاتا ہے کہ تم اسے مشکل بنا لیتے ہو، خود اس کے لیے مشکل بن جاتے ہو۔ اس بات کو یاد رکھو گے، حوصلے بلند رہیں گے، اعتماد سے کام کرو گے، امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گا، اللہ کی مدد ہمیشہ تمھارے شامل حال ہو گی۔

(جاری) [ترتیب و تدوین: خرم مراد]